جدیدیت اور شمس الرحمٰن فاروقی

Moderninsm and Shams ur Rehman Faruqi

محمد عابد
ڈاکٹر قاضی عبدالرحمٰن عابد

Abstract

Shams ur Rehman Faruqi formulates the philosophical discourse of modernity by thoughts of Sartre and Freud only and shows it the process of Romantic movement in West but it is not actual view because the project of modernity formulated by many philosophers of enlightenment not only two, is consisted in their efforts to develop objective science, universal morality and law, self-reflexivity, autonomous art according to their inner logic. So the aesthetic of Romantic Movement does not show these qualities .the project of modernity formulated by Faruqi is "Marketing Modernism" in Urdu criticism.

Key words: modernity, self-reflexivity, inner logic, Marx, Sartre, negative dialectic, visible reality, orthodoxies of Faruqi's modernism

اردو میں ماڈرن ازم کے مباحث کئی زاویوں سے ہوئے جس سے جدیدیت کی تعریف اور اس کی فکری حدود متعین کرنے کی راہیں ہموار ہوئیں لیکن اس ضمن میں زاویہ ہائے نظر کے اختلاف نے اردو ناقدین کو کسی ایک نقطے پر متفق نہیں ہونے دیا۔اس ضمن میں اردو کے تین بڑے ناقدین ،ڈاکٹر وزیر آغا ،ڈاکٹر شمیم حنفی اور شمس الرحمٰن فاروقی نے جدیدیت کے لغوی ،اصطلاحی ،فلسفیانہ ،تاریخی اور ادبی مفاہیم متعین کرنے کی کوشش کی جس سے نئے ناقدین کی بڑی تعداد متاثر ہوئی۔ یہاں مجھے مذکورہ تین ناقدین میں سے شمس الرحمٰن فاروقی کے جدیدیت کے مباحث کو پیش کرنا ہے۔

شمس الرحمٰن فاروقی لفظ ماڈرن ازم اور ماڈرنیٹی کے فرق پر کہیں بات کرتے نظر نہیں آتے بلکہ اپنی تمام تحاریر میں وہ لفظ جدیدیت سے ہی اس کا ہمہ گیر فکری اور جزوی جمالیاتی اظہار مراد لے لیتے ہیں۔وہ ہمہ گیر فکری جدیدیت (ماڈرنیٹی)اور جمالیاتی جدیدیت (ماڈرن ازم) کے مفاہیم پر بات کرنا مناسب نہیں سمجھتے جبکہ اردو کے دوسرے ناقدین میں آل احمد سرور، ناصر عباس نیر اور شہزاد منظر اس نکتے کو اپنی جدیدیت کے فکری مباحث کا حصہ ضرور بناتے ہیں۔آل احمد سرور لکھتے ہیں کہ ''modernism کا اردو میں ترجمہ میرے نزدیک جدت پرستی یا تجدد

پرستی ہونا چاہیے،modernism اور modernity میں فرق ہے(۱) شہزاد منظر لکھتے ہیں کہ ’’انگریزی میں ماڈرن ازم اور ماڈرنیٹی کا مفہوم ایک نہیں(۲) دونوں ناقدین اگرچہ ماڈرن ازم سے ایک ہی چیز مراد نہیں لیتے ،آل احمد سرور ماڈرن ازم سے ’’جدت پرستی‘‘ اور ماڈرنیٹی سے ’’جدیدیت‘‘ مراد لیتے ہیں، جبکہ شہزاد منظر ماڈرنیٹی سے ہمہ گیر فکری رویہ مراد لیتے ہیں۔اس حوالے سے ایک سنجیدہ کوشش ڈاکٹر ناصر عباس نیر نے کی ہے۔اپنے مضمون ’’اردو تنقید میں جدیدیت کے مباحث‘‘ میں اس لفظ ’’جدیدیت‘‘ کی صورتوں کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ’’جدیدیت کی دراصل تین صورتیں ہیں ہمہ گیر جدیدیت(modernity)،جمالیاتی جدیدیت(modernism)، تجدیدکاری(modernization)(۳)ان آرا کو پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ شمس الرحمٰن فاروقی کے جدیدیت کے موقف کی طرف اس لفظ کی مبادیات سے بات کو بڑھایا جائے۔یہ تو تھا اس لفظ کی لفظی اور لغوی حوالے سے فاروقی صاحب اور دوسرے ناقدین کا نکتہ نظر،اب ہم ان کے جدیدیت کے فلسفیانہ تناظر کی طرف بڑھتے ہیں۔شمس الرحمٰن فاروقی اپنے جدیدیت کے فلسفیانہ ڈسکورس میں وجودیت کے فلسفے کو آدھا عنصر قرار دیتے ہیں۔لکھتے ہیں ’’دوسرا اہم عنصر جس نے جدیدیت کی تعمیر میں خاصا حصہ لیا وجودیت کا فلسفہ ہے(۴) فاروقی وجودیت کے فلسفے کو جدیدیت کا آدھا حصہ قرار دیتے ہیں جبکہ ناصر عباس نیر وجودیت کو ہی جدیدیت کے فلسفیانہ تناظر کا مکمل عنصر قرار دیتے ہیں لکھتے ہیں ’’وجودیت کو انھوں (شمس الرحمٰن فاروقی) نے آدھا عنصر قرار دیا ہے جبکہ یہ سالم وغالب عنصر ہے(۵) اب کس زیرک نقاد کی بات کو سند کا درجہ دیا جائے؟ سب سے پہلے تو یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جدیدیت کسی ایک فکری دھارے کا نام نہیں بلکہ اس میں بہت سے مختلف اور متضاد سمتوں میں بہتے ہوئے دھارے بھی شامل ہیں۔فرانسس بیکن، جان لاک، آئن سٹائن،فرائد، مارکس، سارتر سب کے سب بیانیوں سے جدیدیت عرق کشید کر رہی تھی مگر شمس الرحمٰن فاروقی سارتر اور فرائد کے علاوہ اور کسی فلسفی کو اس قابل نہیں سمجھتے یہاں تک کہ مارکس کو وہ اپنے بیانیے میں معمولی اہمیت دیتے ہیں۔اس پر آگے چل کر بات کرتے ہیں۔ابھی ہم ذرا وجودیت کے مسئلے سے نمٹ لیں۔سب سے پہلے یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ماڈرنیٹی ایک غیر مشروط سمجھداری ہے جو کسی ایک پرچم کے نیچے نہیں ٹھہرتی البتہ وجودیت کو اپنے ڈسکورس کا حصہ ضرور بناتی ہے مگر سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ماڈرنیٹی وجودیت کو کس مفہوم کے تحت اپنے ڈسکورس میں شامل کرتی ہے؟ اس کی نوعیت کیا ہے؟ اس پر ذرا بات کر لیتے ہیں۔وجودیت خود کہتی ہے کہ فرد کی تکمیل دوسرے افرادِ انسانی کے ساتھ رابطہ قائم کرنے ،اشتراک اور تعاون سے ہوتی ہے۔سارتر کو ہم دیکھیں تو اس نے عملی زندگی میں بھی فرانس کے مظالم کے خلاف الجیریا میں اور ویت نام میں امریکی مظالم کے خلاف احتجاج بلند کیا گویا سارتر خود اپنی تکمیل کے لیے تمام انسانوں کی آزادی کا تحفظ کر رہا تھا اور ہر اس قومی اور بین الاقوامی ظلم پر آواز بلند کر رہا تھا جو انفرادی اور اجتماعی سطح پر انسان کی آزادی سلب کر رہے تھے گویا وجودیت سماجی اور سیاسی منظر نامے سے کٹ کر نہیں رہ سکتی اور آزادی کی یہ جدوجہد مادی بنیادوں پر استوار ہوتی ہے مگر ہمارے یہاں اردو تنقید میں مسئلہ اسی نکتے سے ہوتا ہے کہ وجودیت کو جدلی مادیت کے رشتے سے سمجھانے کی بجائے اس فکر سے علیحدہ

کر کے ''خیالی'' بنیادوں پر اندرون ذات کے مسئلوں کو سمجھنا شروع کر دیا جاتا ہے اور اس کا رشتہ رومانویت سے جوڑ دیا جاتا ہے یعنی زمینی مسئلوں کو تخیل میں حل کرنے کی کوشش کی جارہی ہوتی ہے۔اگر یہی بات ہوتی تو سارتر گھر بیٹھ کر خیالوں میں ہی آزادی کی جدوجہد کرتے رہتے ،مگر حقیقت میں ایسا نہیں۔اس سے سمجھانا مقصود یہ ہے کہ ماڈرنیٹی کا فلسفہ سوچنے والے دماغ میں اس ''عمل'' کے عکس کے سوا اور کچھ نہیں جو انقلاب لاتا رہتا ہے۔اب اس ''عمل'' کو اگر کوئی فلسفہ بنیادی طریقہ کار فراہم کر سکتا ہے تو وہ جدلیاتی مادیت ہی ہے یہ بات سارتر نے اپنے مقالے طریق کار کا مسئلہ (the problem of method) میں خود واضح کر دی تھی۔جدلیاتی مادیت کی جب بات آتی ہے تو مارکس کا فلسفہ اہم ہو جاتا ہے، ویسے بھی اگر دیکھا جائے تو وجودیت اور جدلیاتی مادیت کے علاوہ جتنے بھی فلسفے ہیں وہ فلسفیانہ اور سائنسی طریقہ کار سے آگے نہیں بڑھتے تب یہی دو فلسفے ہیں جو آگے بڑھتے ہیں جن سے عرق کشید کر کے ماڈرنیٹی اپنی ''نفی کی جدلیات'' مکمل کرتی ہے۔جبکہ شمس الرحمٰن فاروقی تو جدلیاتی مادیت کو معمولی اہمیت دیتے ہوئے کہتے ہیں ''مارکسی نظریات کا مغربی ادب پر معمولی سا اثر پڑا (۶) مزید فرماتے ہیں کہ ''فرانس کے ادب پر یقیناً ایک ہلکا پرتو مارکس کا پڑا اور اس کے نتیجے میں ادیب کی سماجی ذمہ داری کے نظریہ نے جنم لیا (۷) فرانس جیسے رابن والز نے اپنی کتاب ''modernism'' میں جدیدیت کا دارلحکومت قرار دیا،ایک ایسی جگہ جس سے مارکسزم کی توانا روایت نے جنم لیا۔فرینکفرٹ سکول آف تھاٹ جس سے بڑے بڑے قدآور مارکسی دانشور پیدا ہوئے جنہوں نے نو مارکسی روایت کو پروان چڑھایا اور پوسٹ ماڈرن ازم کے مقابل اپنی توانا روایت کو بحال رکھا۔اس وقت مغربی فکر کا توانا آدمی ژاک دریدا بھی مارکس ازم کے فلسفے کی عظمت کا اعتراف اپنی کتاب *The Spector of Marx* میں کر چکے ہیں تو ہم یہ کیسے مان سکتے ہیں کہ مارکس ازم کا مغربی ادب پر معمولی سا اثر پڑا۔مارکس کی فکر کا ''نفی کی نفی کا اصول'' ہی دراصل ژاک دریدا کی ''ڈیکنسٹریکشن'' کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔میرے اس خیال سے اتفاق یا اختلاف کیا جا سکتا ہے۔بحر حال ماڈرنیٹی کی فکر وجودیت سے فرد اور مارکسزم سے سماج کی شعریات لے کر اپنی ''نفی کی جدلیات'' مرتب کرتی ہے۔اس کو زمینی بنیاد فراہم کرنے میں فرانسس بیکن کا استقرائی طریقہ کار، جان لاک کا ذہن انسانی کو خالی سلیٹ قرار دے کر عقلیت پسندی کے ساتھ ساتھ تجربیت پسندی کی بنیاد رکھنا،فرائڈ کا ذہنی ساخت کا مطالعہ، آئن سٹائن کا کائنات کی ساخت کا مطالعہ، ڈارون کے انواع حیوانات ،سارتر کے وجودی فلسفہ، مارکس کے معاشی نظریات سب کے سب بیانیے زمینی بنیاد پر کھڑے ہو کر آزادی، خودمختاری، منطقیت، عقلیت اور سوچنے والے فرد کے انفرادی سے اجتماعی انسانی جوہر تک تشکیل پذیر ہونے والے قوانین شامل ہیں۔ان تمام بیانیوں کا رومانویت کی بجائے مادیت کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔کیونکہ رومانویت تخیل آفرینی، خیال آرائی، اندرون ذات کی طرف لے جاتی ہے جو انسان کو ''ظاہری حقیقت'' سے کاٹ دیتی ہے جبکہ اوپر بیان کیے گئے تمام بیانیے باطن کی بجائے ظاہر کو فوقیت دیتے ہیں مگر شمس الرحمٰن فاروقی اپنے جدیدیت کے فلسفیانہ ڈسکورس میں رومانویت کو ہی اصل جدیدیت گردانتے ہیں۔لکھتے ہیں ''واقعیت (جدیدیت) نقاب پوش رومانویت تھی (۸) اس کے ساتھ ہی وہ مغربی

رومانوی شعراء میں کولرج، ورڈزورتھ، پو، ملارمے اور والیری کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ ملارمے اور والیری جنہوں نے علامت نگاری کا متن ترتیب دیا، علامت نگاری رومانوی تحریک کی بنیاد پر ۱۸۹۰ء میں آگے بڑھ رہی تھی۔ اور خاص طور پر رومانویت فرانس میں عیسائیت کے ساتھ مضبوطی سے گٹھ جوڑ اختیار کیے ہوئے تھی۔ ڈیوڈ ویور (David weir) کے لفظوں میں ''فرانس میں رومانوی تحریک سختی سے عیسائیت کے ساتھ جڑی ہوئی تھی''(۹) اس لیے ہوش مندی کیے انقطاع کی صورت ملارمے اور والیری پیش نہیں کر رہے تھے بلکہ بودلیر، ایذراپاؤنڈ اور شوپنہار تھے جنکا کا متن روایت کے مثالی ضابطوں اور اوپر سے مسلط شدہ فکر کے خلاف تازیانے سے کم نہیں تھا۔ مثلاً بودلیر کی نظم ''A Carcass'' سٹائل اور مواد کی اپنی انفرادیت کے حساب سے سماجی حقیقت نگاری کا خوبصورت مظہر ہے۔ یہ نظم مذہبی اجارہ داری کے خلاف شدید ردعمل رکھتی ہے۔ بودلیر کی نظموں میں وجودی کرب، افسردگی، نروس سسٹم کا استعمال، جدید شعوری اور عصری حسیت جو سماجی، ثقافتی اور سیاسی سطح پر تجدیدکاری، اوپر سے مسلط شدہ آئیڈیالوجی کے خلاف مزاحمت ہے۔ یہ مزاحمت وجودیت اور مادیت کے سانچے میں ڈھل کر سامنے آتی ہے۔ بودلیر کی شاعری کا متن ایسا عقلی اظہار ہے جو ''نفی کا اصول'' اپنائے ہوئے ہے، جبکہ فاروقی بودلیر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''بودلیر، ورلن اور رین بو تمثیلت پرست تحریک کو جس جگہ چھوڑ کر گئے تھے وہ ایک بند گلی کی طرح تھی۔(۱۰) ظاہر ہے فاروقی کے فلسفیانہ ڈسکورس کے لیے کولرج، ملارمے، والیری، امرسن، ورڈزورتھ، پو، ہارتھون اور مارک ٹوئن ہی اہم ہیں کیونکہ انہوں نے رومانوی تحریک کو ثروت مند کیا انہیں بودلیر، فلابیئرٹ، زولا اور والٹر پیٹر کی مادیت پسند جمالیات سے کوئی غرض نہیں جنہوں نے جدیدت کا حامل اسلوب تراشا جو ظاہری حقیقت، تجربیت اور منطقیت کی مادی بنادوں پر استوار ہے اس طرح تاریخی حوالے سے شمس الرحمٰن فاروقی جدیدت کو رومانوی تحریک کا تسلسل قرار دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں ''واقعیت رومانویت کے خلاف ردعمل نہیں تھی بلکہ اسی رومانوی تحریک کا تسلسل تھی''(۱۱) گویا فاروقی کے نزدیک کوئی بنیادی نوعیت کی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ان کے نزدیک مغرب کی جدیدیت ایک ادبی روایت ہے وہ مغرب کی قدیم روایت کے دھارے سے الگ نہیں جبکہ ''روایت'' ماڈرنیٹی کے ڈسکورس میں ایذراپاؤنڈ کے اس جملے ''make it new'' کو ہر وقت پیش نظر رکھتی ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ڈارون، فرائیڈ، سارتر اور مارکس نے روایت کے مثالی بیانیوں میں بنیادی نوعیت کی ایسی تبدیلیاں کیں جس کی اپنی منفرد روایت ہے، ماڈرنیٹی دراصل ہے ہی ''نفی کی جدلیات'' جو سابقہ تمام روایتی بیانیوں کی ساختوں کو تحلیل کر کے نئے سرے سے اور نئی شعریات سے ان کی تشکیل کرتی ہے۔ ہیبر ماس روایت کی اس باغیانہ روش کے بارے میں یوں رائے دیتے ہیں ''ماڈرنیٹی روایت کے مثالی ضابطوں کے خلاف بغاوت کرتی ہے (۱۲) روایت کے اندر مثالی ضابطوں اور کلیشائی تصورات کے خلاف یہ بغاوت ''وحی'' کو مرکز سے ہٹا کر ''مکالماتی عقل'' کو اپنا پیش خیمہ بناتی ہے۔

الغرض شمس الرحمٰن فاروقی اردو تنقید میں جدیدیت کے جس برینڈ کو اپنے مضامین اور رسالے ''شب خون'' کے ذریعے متعارف کروانا چاہ رہے ہیں وہ اصل جدیدیت سے کوسوں دور ہے۔ فاروقی کا ''مارکیٹنگ

جدیدیت'' کا یہ برینڈ مشروط سمجھداری کو ساتھ رکھتا ہے جو رومانویت کی شکل میں اوپر سے مسلط کی گئی عقل کا سہارا لے کر آگے بڑھتا ہے۔ان کی حیثیت ایک ایسی شاپ ونڈو کی ہے جو کسی کی شناخت اور شعور بدلنے کا دعوت نامہ بھی ہیں جو بوڑوا انسان کی عقلیت کو مسلط کرنے کی راہ ہموار کرتے ہیں۔اس پر طرہ یہ کہ فاروقی ان مادیت پسند بیانیوں کو ہنداسلامی تہذیب کے نشان تلے پرورش یافتہ سمجھتے ہیں، لکھتے ہیں ''جدیدیت کسی بدلتے ہوئے فیشن کا پرتو نہیں بلکہ یہ ادب اور تہذیب کے بارے میں بنیادی نوعیت کے بیانات پر مشتمل ہیں اور یہ بیانات ہنداسلامی تہذیب کے نشان تلے پرورش یافتہ ہیں''(۱۳) ماڈرنیٹی کا ڈسکورس عقائد کی توڑ پھوڑ ،رسومات کو بدل ڈالنے اور قدامت پرستی کے خلاف بغاوت کا نام ہے۔ذرا ہیبر ماس کی یہ عبارت ملاحظہ ہو''ماڈرنیٹی جس عہد میں بھی ظاہر ہو یہ عقائد کی توڑ پھوڑ ،حقیقت کے اندر موجود کسی کوئی حقیقت کی دریافت اور تمام نئی حقیقتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھ کر رکھے بغیر برقرار نہیں رہ سکتی''(۱۴) گویا ماڈرنیٹی کے ڈسکورس کو پرانے نظریات کی تخریب اور نئی روایت کی بنیاد رکھنے کی تعمیر کے حوالے سے دیکھنا چاہیے۔اس لیے ماڈرنیٹی کی اصل بدلے ہوئے فیشن کا پرتو ہی تو ہے جس کی فاروقی مخالفت کر رہے ہیں۔ان کی عبارت کا دوسرا اہم نکتہ ''ہنداسلامی تہذیب'' کا ہے۔''ہندانسانی تہذیب'' اور ''ہنداسلامی تہذیب'' کے مفاہیم میں بڑا فرق ہے۔اور ماڈرنیٹی ''ہندانسانی تہذیب'' کا بیانیہ تو کہلائی جا سکتی ہے، کیونکہ اس بیانیے پر کسی ایک تہذیب کا مشروط پرچم نہیں لہرا رہا اور ماڈرنیٹی کا مطمع نظر بھی یہی ہے کہ یہ ایک غیر مشروط سمجھداری ہے جس کی پرداخت میں تمام تہذیبوں کا خون شامل ہے۔تمام تہذیبوں کے مکالمے سے یورپ نشاۃ الثانیہ کے عہد میں ایک ایسی ''عقل'' سے واقف ہوا جو تمام انسانی تاریخ میں اس سے پہلے نہیں سوچی گئی تھی۔دوسرا لفظ ''اسلامی'' تک آ کر ماڈرنٹی کی فکر کو ٹھہرا دینے سے ملکیت اور تخلیق کے عناصر جنم لیتے ہیں، پھر اس طرح ''تاریخی تسلسل'' پر بھی حرف آتا ہے کیونکہ مسلمانوں نے یونانی علوم سے جس طرح استفادہ کیا اور یونانی علوم کی امانت کو جس طرح آگے منتقل کیا یہ ''تاریخی تسلسل'' ہے۔مسلمانوں کی یہ عملی خدمت ان کی اپنی تخلیق نہیں بلکہ ہر نسل نے بلا تفریق اس میں حصہ ڈالا۔سر دست سپین، بغداد اور غرناطہ کی جامعات اسی ''انسانی علمی میراث'' کی روایت کے امین ضرور تھے اس کے خالق نہیں تھے

حواشی:

۱۔ آل احمد سرور، ''جدت پرستی اور اس کے مضمرات''، مشمولہ جدیدیت کا تنقیدی تناظر، مرتبہ اشتیاق احمد (لاہور: بیت الحکمت ۲۰۰۶ء)، ص ۱۴۴۔

۲۔ شہزاد منظر، جدیدیت کیا ہے؟ مشمولہ جدیدیت کا تنقیدی تناظر، ص ۱۶۴

۳۔ ناصر عباس نیر، اردو تنقید میں جدیدیت کے مباحث، مشمولہ تنقید کی جمالیات، جلد ۵، مرتبہ پروفیسر عتیق اللہ (

لاہور:فکشن ہاؤس،۲۰۱۸ء)،ص ۱۵۶۔

۴۔ شمس الرحمٰن فاروقی،''مغرب میں جدیدیت کی روایت''،جدیدیت کا تنقیدی تناظر،ص ۳۳۔

۵۔ ناصرعباس نیر،''اردوتنقید میں جدیدیت کے مباحث''،مشمولہ تنقید کی جمالیات جلد۵،ص ۱۶۲۔

۶۔ شمس الرحمٰن فاروقی،''مغرب میں جدیدیت کی روایت''،ص ۳۲۔

۷۔ ایضاً،ص:۳۲۔۳۳۔

۸۔ ایضاً،۲۶۔

9. David Weir, *Decadence and the Making of Modernism* (Amherst, Mass. : University of Massachusetts Press, 1996),p:xii

ie:the romantic movment was strongly connected to Chirstianity in France.

۱۰۔ شمس الرحمٰن فاروقی،''مغرب میں جدیدیت کی روایت''،ص ۲۸۔

۱۱۔ ایضاً،ص ۲۴۔

12. Jurgen habermas, "Modernity: An incomplete Project",in *The Anti-Aesthetic: Essays on Postmodern Culture,* Ed. by Hal Foster, (NY: New Press, 2002) ,p 56.

ie Modernity revolts against the normalizing functions of tradition.

۱۳۔ شمس الرحمٰن فاروقی،تعبیر کی شرح (کراچی:اکادمی بازیافت،۲۰۰۴ء)،ص ۹۴۔

14: Jean Francois Lyotard, *The Postmodern Condition: A Report on Knowledge,* Trans. by Geoff Bennington (Manchester: Manchester University Press, 1984), p77.

ie: Modernity is whatever age it appears cannot exist without a shattering of belif and with out discovery of the "lake of reality" of reality, together with the invention of other realities.

مآخذ

آل احمد سرور۔''جدت پرستی اوراس کے مضمرات''،مشمولہ جدیدیت کا تنقیدی تناظر،مرتبہ اشتیاق احمد۔لاہور: بیت الحکمت ۲۰۰۶ء۔

شمس الرحمٰن فاروقی۔تعبیر کی شرح۔کراچی:اکادمی بازیافت،۲۰۰۴ء۔

شمس الرحمٰن فاروقی،''مغرب میں جدیدیت کی روایت''، جدیدیت کا تنقیدی تناظر ،،مرتبہ اشتیاق احمد۔
لاہور: بیت الحکمت ۲۰۰۶ء۔
شہزاد منظر۔''جدیدیت کیا ہے؟''،مشمولہ جدیدیت کا تنقیدی تناظر،مرتبہ اشتیاق احمد۔لاہور: بیت الحکمت
۲۰۰۶ء۔
ناصر عباس نیر،اردو تنقید میں جدیدیت کے مباحث،مشمولہ تنقید کی جمالیات، جلد۵،مرتبہ پروفیسر عتیق اللہ۔
لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۸ء۔

Lyotard, Jean Francois. *The Postmodern Condition: A Report on Knowledge,* Trans. by Geoff Bennington (Manchester: Manchester University Press, 1984), p77.

Habermas, Jurgen. "Modernity: An incomplete Project",in *The Anti-Aesthetic: Essays on Postmodern Culture,* Ed. by Hal Foster. NY: New Press, 2002.

Weir, David. *Decadence and the Making of Modernism.* Amherst, Mass. : University of Massachusetts Press, 1996.